جہانِ تازہ

ف۔ر۔ی

مُکّاتی مجبوریاں

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی فطرت میں یہ بات رکھی ہے کہ وہ دنیا میں جب آتا ہے تو پیدا ہونے کے بعد وہ سب سے پہلا کام یہ کرتا ہے کہ روتا ہے۔ لیکن جب یہ واپس جاتا ہے یعنی اس کو موت آتی ہے تو اب اس کی دو صورتیں ہوں گی یا تو خوش ہوگا اور ہنستا مسکراتا اپنے اللہ کے حضور پیش ہوگا' یا پھر روتا ہوا مرے گا اور یہ کیفیت اس کے اعمال کا نتیجہ ہوگی۔ اگر اعمال اچھے ہوں گے تو یہ روتے ہوئے آنے والا مسکراتا ہوا واپس جائے گا اور اگر برے اعمال ہوئے تو یہ جیسے روتا ہوا آیا تھا' اب روتا ہوا ہی واپس جائے گا۔ اس شخص کی بدنصیبی کا کیا تصور کیا جا رہا ہے کہ جس کی ابتداء بھی رونے سے ہوئی اور انتہاء بھی رونے پر ہی ہوئی۔

ابھی گذشتہ دنوں قارئین نے دیکھا اور سنا کہ پرویز مشرف صاحب جنرل پرویز مشرف سے صدر پرویز مشرف بنتے ہوئے کس قدر رو دیئے کہ پوری دنیا نے یہ نظارہ دیکھ لیا۔ اس میں بہت سوں کے لیے عبرت کا سبق ہے۔ چھوڑیے فرعون' نمرود' قارون' ابوجہل وغیرہ کو جو خدائی دعوے کرنے کے باوجود ذلت و رسوائی کی موت مرے اور اب تک ان کی فرعونیت اور تکبر و غرور اور ذلت آمیز موت کو بطورِ عبرت و نصیحت سنا سنایا جاتا ہے کہ یہ ماضی بعید کی باتیں ہیں۔ ابھی اپنے سامنے کے حالات دیکھ کر اللہ عظیم و برتر کی قدرت اور حاکمیت کو اپنے ایمان کی بنیاد بنالیجیے کہ وہ جو کل تک یہ کہتے تھے کہ ''میں تو ہوں''، ''میں تو بیٹھا ہوں' جو آئے گا دیکھا جائے گا'' اور نہ صرف تکبر' غرور کا اظہار کرتے ہوئے مُکے لہرایا کرتے تھے' بلکہ مخالفین کی بے بسی یا حماقت کا مذاق اڑایا کرتے تھے' جن ہاتھوں سے مُکے بنایا کرتے تھے اور بڑی رعونت سے یہ کہتے ہوئے سنائی دیتے تھے ''جیت تو اُسی کی ہوگی جس کا آخری مُکا ہوگا'' آج ان ہاتھوں سے اڑھائی فٹ کی چھڑی نہیں اٹھائی جا رہی۔ یہ آخری مُکے والی بات جنرل پرویز مشرف نے اس وقت کی تھی جب سپریم کورٹ نے چیف جسٹس افتخار چودھری کو بحال کر دیا تھا اور پھر انہوں نے از خود نوٹس لے کر بعض اہم فیصلے کیے تھے۔ حالانکہ موصوف کو معلوم ہونا چاہیے تھا کہ آخری مُکا آخری دن بھی پڑ سکتا ہے' جسے قیامت کا دن کہتے ہیں۔

کیا پرویز مشرف صاحب نے کبھی تنہائی کے لمحات میں یہ بھی غور کرنے کی زحمت کی ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور کتنے لوگوں کے ہاتھوں میں ان کا گریبان ہوگا اور فیصلہ کرنے والی اللہ رب العزت کی ذات عالیہ ہوگی۔ اس وقت کتنے معصوموں کے خون کا حساب دینا ہوگا۔ کتنے بے گناہ لوگوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کا بدلہ چکانا ہوگا۔ اس وقت کوئی پارٹی' ادارہ' تنظیم' بھائی اور بُش کام نہیں آئیں گے (آج جو پولیس افسران واہلکار حکمرانوں کی خوشنودی کے لیے وکلاء سیاستدانوں اور عوام پر ظلم وجور کے پہاڑ توڑ رہے ہیں' انہیں بھی غور کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی عدالت میں انہیں خود ہی اس کا بدلہ دینا ہوگا' کوئی حکومت اور حکمران ان کے اس جرم کو اپنے ذمہ نہیں لے گا اور نہ ہی اس سلسلہ میں ان کی ذرہ برابر مدد کر سکے گا۔

اگر جنرل صاحب کی ''کھال'' اُتر سکتی ہے تو آپ......؟ لہٰذا ابھی سے فکر کر لیں' کسی کی دنیا کی خاطر اپنی آخرت کو برباد کرنا کوئی عقلمندی نہیں ہے۔) آج لوگوں کو کہتے ہو کہ امریکہ دوسو فیصد میرے ساتھ ہے میرے خلاف بیان صرف وہ عوامی حد تک جاری کرتا ہے۔ ممکن ہے ایسا ہی ہو اور یقیناً عملاً ایسا ہی ہے' لیکن قیامت کے دن یہ کتنے فیصد آپ کا حمایتی ہوگا۔ کل تک ''میں تو ہوں'' کا راگ الاپ رہے تھے' آج وردی پلس کھال اُترتے ہی کہتے ہو۔ یہ دنیا فانی ہے اور اس کی ہر چیز آنی جانی یعنی فنا ہونے والی ہے۔ بالکل اسی طرح کا انداز آپ سے پہلے بھی کسی نے اپنایا تھا' جسے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا کہ فرعون یہ دعویٰ کرتا تھا ''میں تمہارا اعلیٰ رب ہوں'' جب اُس کو اللہ تعالیٰ نے پکڑا اور اس پر اللہ کے عذاب کا مکا پڑا تو پکار اٹھا ''کہ میں موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے رب پر ایمان لایا''۔ اب آپ پر ذمہ داریوں کا بوجھ کچھ کم ہوا ہے تو اپنی مصروفیات میں سے وقت نکال کر قرآن کریم کا مطالعہ کیا کرو اور سابقہ قوموں اور حکمرانوں کی تباہی کے اسباب پر غور کیا کرو' ممکن ہے اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق نصیب فرما دیں اور جیسے اب آپ کو یہ سمجھ آنا شروع ہوگئی ہے کہ ہر چیز فانی ہے۔ شاید اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کا احساس بھی پیدا ہو جائے اور خوفِ خدا جیسی نعمت آپ کو نصیب ہو جائے۔

قارئین ذی وقار! آج حالات جس نہج پر پہنچ چکے ہیں اور ملکی سالمیت اب ایوانوں اور چوپالوں سے نکل کر گلی کوچوں میں زیر بحث ہے۔ اس کے ذمہ دار اگر سب سے پہلے حکمران ہیں' تو اس کے ساتھ ساتھ سیاستدان' لیڈر حضرات اور ہم خود بھی اس میں من حیث القوم شریک ہیں۔ قیام پاکستان کی تحریک آزادی سے لے کر نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نفاذ کے لیے تحریکیں بپا کرنے کا سہرا اب تک مذہبی جماعتوں کے سر ہے۔ اگرچہ سیاسی جماعتیں اور ان کے لیڈر بھی بعدازاں ان تحریکوں کا نا صرف حصہ بنتے رہے' بلکہ ان تحریکوں کو ہائی جیک بھی کرتے رہے۔ لیکن اس وقت مذہبی جماعتیں جس قدر ابن الوقتی کا نمونہ پیش کر رہی ہیں' شاید سیاسی جماعتیں اس کا عشرعشیر بھی نہ کر سکتی ہوں۔ مذہبی جماعتوں کا جو اتحاد مجلس عمل کے

نام سے قائم ہوا تھا، وہ جس نابغہ گذشتہ پانچ سال پاکستانی عبداللہ بن ابی کے نتھنے چڑھا رہا۔ اب یہ نزع کی حالت میں ہے۔ اُمید رکھیے کہ جلد یا بدیر اس کا بلیدان ہونے والا ہے۔ کیونکہ جن لوگوں نے اس اتحاد کے نام پہ اپنی اپنی قیمتیں لگوائی ہیں اور رسید لی ہیں، اب انہوں نے اپنے آقاؤں کا حق نمک بھی تو ادا کرنا ہے۔ کچھ کردار نکھرنا شروع ہو گئے، چند دنوں میں مزید واضح ہو جائیں گے۔ گذشتہ پانچ سالوں میں مجلس عمل کے کردار کو چھوڑیئے سترھویں ترمیم جیسے جرم کو بھول جایئے، تحفظ حقوق نسواں بل اور توہین رسالت ترمیمی آرڈیننس کے موقع پر ایم ایم اے کے شرمناک کردار کو بھی نظر انداز کر دیجیے تو پھر بھی مجلس عمل کی قبا میں اتنے داغ ہیں کہ جنہیں صاف کرنا شاید موجودہ قیادت کے بس میں نہیں رہا۔ ابھی تازہ ترین حالات میں صدارتی الیکشن میں مجلس عمل کے پلیٹ فارم سے جو کچھ کیا گیا، اُس کا الزام اکیلے مولوی فضل الرحمٰن کو دینا شاید حقائق سے آنکھیں چرانا ہے۔ کیا پنجاب یونیورسٹی میں جو کچھ عمران خان کے ساتھ ہوا یہ بھی مولوی فضل الرحمٰن کا کیا دھرا ہے؟ نہیں اگر صوبہ سرحد میں صدارتی الیکشن میں تعاون کر کے مولوی فضل الرحمٰن نے حق نمک ادا کیا ہے تو پنجاب یونیورسٹی میں عمران خان کو حوالہ پولیس کر کے جماعت اسلامی نے بھی پوری قیمت وصول کی ہے۔ یہ بات قطعاً غلط ہے کہ یہ سب کچھ اسلامی جمعیت طلبہ کے چند شرپسندوں نے اپنی مرضی سے کیا ہے۔ بلکہ اس جرم میں جماعت کی اعلیٰ قیادت تک شریک ہے۔ جو بھائی اس کی دلیل جاننا چاہے وہ قاضی حسین احمد کا اس حوالہ سے لکھا جانے والا مضمون پڑھے جو ایک ہفتہ قبل تقریباً تمام قومی اخبارات میں شائع ہوا۔ وہ مضمون عذر گناہ بدتر از گناہ کی عمدہ مثال ہے۔

موجودہ حالات میں پاکستان کی تمام چھوٹی بڑی مذہبی و سیاسی جماعتوں کے کردار نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ کسی جماعت کی پالیسی بھی آزادانہ نہیں بلکہ یہ غلاموں کے غول قیادتوں کے نام پر پارٹیوں اور جماعتوں پر مسلط ہوئے ہیں۔ کوئی کسی ادارے کا غلام ہے تو کوئی کسی شخصیت کا زرخرید۔ تفصیل بتانے کی ضرورت نہیں جیسا میں نے عرض کیا بس چند دنوں کی بات ہے، سب راز آشکار ہو جائیں گے کہ عوام، عدلیہ کی ہمدردی کا دم بھرنے والے کس کس کا کھیل کھیلتے ہیں۔ اگر یہ قیادتیں آزاد ہوتیں اور ملک میں کوئی حقیقی اپوزیشن ہوتی تو آج اداروں کی تباہی کا یہ منظر نہ ہوتا۔ عدلیہ کے جج صاحبان نے تو قربانی دے کر شاید سابقہ کوتاہیوں کا کفارہ ادا کر دیا ہے مگر سیاسی جماعتوں نے جو افسوسناک، شرمناک کردار ادا کرتے ہوئے مفاد پرستی کا ثبوت دیا ہے، اس کا خمیازہ شاید ساری قوم کو بھگتنا پڑے گا۔ لیکن یاد رکھیے اللہ تعالیٰ کی لاٹھی بے آواز ہے اور شاید اب آخری مُکا پڑنے والا ہے بھی تو "میں تو ہوں" کا نعرہ فرعونی بلند کرنے والے روتے ہوئے یہ واویلا کرتے ہیں کہ "اگر حالات قابل قبول نہ ہوئے گھر چلا جاؤں گا۔" **ان فی ذالک لعبرۃ لاولی الابصار**

☆......☆......☆......☆......☆......☆